لمعۃ الاعتقاد

تالیف

امام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ

تحقیق و تعلیق

عبد القادر ارناؤوط

اُردو ترجمہ

ابو المکرّم بن عبد الجلیل

نام کتاب	:	لمعۃ الاعتقاد
مولف	:	امام موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ
مترجم	:	ابوالمکرّم بن عبدالجلیل
صفحات	:	۸۸
ناشر	:	الدار السّلفیہ، ممبئی۔

:: www.AsliAhleSunnet.com ::

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۔	عرض ناشر	۵
۲۔	مقدمہ از محقق	۹
۳۔	مؤلف کے حالات زندگی	۱۴
۴۔	آغاز کتاب (لمعۃ الاعتقاد)	۲۱
۵۔	فصل اول: توحید اسماء وصفات کا بیان	۲۲
۶۔	فصل دوم: اللہ تعالیٰ کے کلام فرمانے کا بیان	۴۳
۷۔	فصل سوم: قرآن کریم کے بارے میں سلف کا عقیدہ	۴۸
۸۔	فصل چہارم: قیامت کے دن اہل ایمان کے اللہ کے دیدار سے مشرف ہونے کا بیان	۵۵
۹۔	فصل پنجم: قضاو قدر کا بیان	۵۷
۱۰۔	فصل ششم: ایمان کی حقیقت	۶۳
۱۱۔	فصل ہفتم: امور غیب پر ایمان لانے کا بیان	۶۶
۱۲۔	فصل ہشتم: متفرق اعتقادی مسائل کا بیان	۷۵

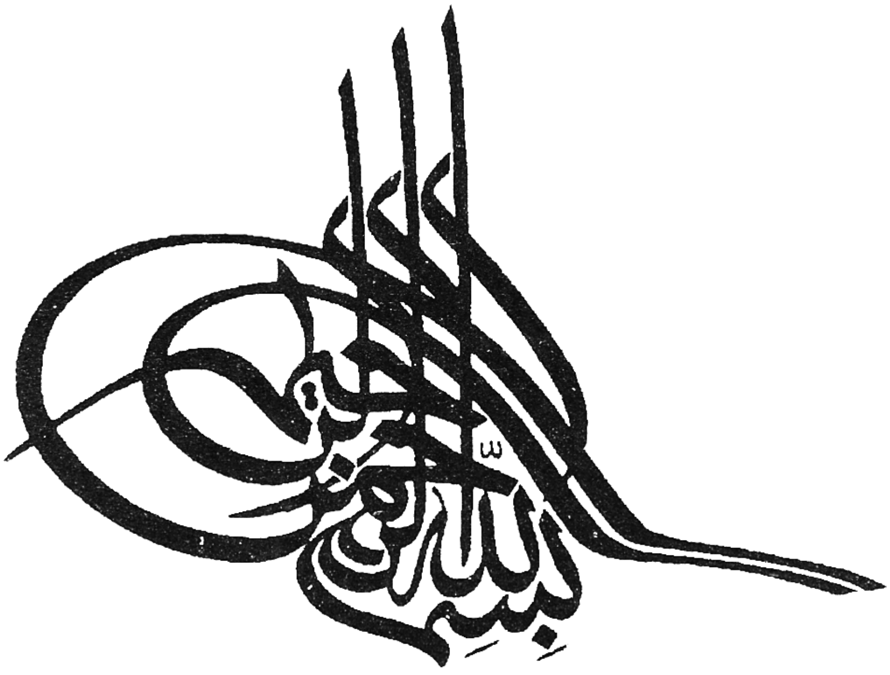
بسم الله الرحمن الرحيم

عرض ناشر

عقیدۂ توحید رأس الطاعات ہے، یہ دین کی پہلی بنیاد ہے، انبیاء کرام کی دعوت کی ابتداء اور انتہاء توحید ہے، آنحضرت ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کلمۂ لاالہ الا اللہ سے کیا تھا، فرمایا **یاایھا الناس قولوا لاالہ الا اللّٰہ تفلحوا** ”لوگو! اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نجات پاؤ گے“۔

توحید کے بعد ہی آپ نے اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی فرمایا: **قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض، لاالہ الا ھو یحی ویمیت (الاعراف:۱۵۸)** ”کہہ دو اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی ملکیت آسمان اور زمین ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے“۔

توحید ورسالت اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے اس عقیدے پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور اپنے اعضاء وجوارح سے اس پر عمل کرنا ہی اسلام کی بنیاد ہے اس کے بعد ہی تمام اعمال وطاعات قبول کئے جاتے ہیں۔

توحید جتنا اہم علم ہے اتنا ہی اس کا سیکھنا اور اس پر کاربند رہنا بھی مشکل

ہے، جو لوگ اعمال صالحہ پر مبالغہ کی حد تک عمل کرتے ہوں اور اپنے نامۂ اعمال میں پہاڑ جیسی نیکیاں لکھوالیں لیکن جب تک توحید میں پختہ اور مستحکم نہیں ہوں گے ان کے اعمال کا ایک ذرہ بھی قبول نہیں ہوگا، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا: اولئك الذين كفروا بايٰت ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيمة وزنا(الكهف: ١٠٥) ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کیلئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے۔

اس کتاب کا مرکزی موضوع توحید اور اس کے متعلقات کا تفصیلی ذکر ہے، توحید کی تینوں قسموں توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جو بلاشبہ ایک مسلمان کی نجات کا کلیدی مسئلہ ہے جسے خود سیکھنا چاہئے اور اپنے اہل وعیال کو سکھانا چاہئے، اور اسے اپنی زندگی کا مشن بنالینا چاہئے۔

اس کتاب میں عقیدۂ اسلام کے تمام کلیدی مسائل نہایت آسان اور مدلل طور پر بیان کئے گئے ہیں قضاء وقدر، امور غیب اور متفرق اعتقادی مسائل بڑے دلنشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں کتاب کے مؤلف الامام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ اسلامی تاریخ کے ایک عالم جلیل سمجھے جاتے

ہیں جن کے علم و فضل کا امت اسلامیہ پر بڑا فضل واحسان ہے۔

کتاب جتنی اہم اور مفید تھی اس کا ترجمہ بھی ہمارے برادر عزیز مولانا ابوالمکرّم بن عبدالجلیل نے نہایت آسان اور عام فہم زبان میں کیا ہے جو عوام وخواص سب کیلئے یکساں مفید ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد مملکت سعودیہ عربیہ ریاض سے شایع ہوئی تھی اور اہل علم اور رجال دعوت وارشاد میں بہت مقبول ہوئی تھی ہندوستان جیسے طویل عریض اور مختلف مذاہب کی کثرت سے بھرا ہوا ملک شرک وبدعات سے بھرا ہوا ہے، جابجا مزارات اور مشایخ کی خانقاہیں آباد ہیں جہاں دن رات شرک ہو رہا ہے، اور ہندوستان کا کوئی شہر شرک وبدعات کے ان اڈوں سے خالی نہیں، اور اہل توحید کی بے بضاعتی اور کم مایگی اور عملی تساہلی سے یہ شرک کے بازار روز بروز آباد ہوتے جارہے ہیں شرک جس تیزی سے پھیل رہا ہے اتنی تیزی سے اس کو روکنے اور اس کی جگہ توحید وسنت کو عام کرنے کی کوشش نہیں کی جارہی ہے۔

بلکہ دیکھا جائے تو یہاں اکثر دینی اور تبلیغی جماعتیں خود مشایخ پرستی اور توسل بغیر اللہ اور تصور شیخ جیسے شرکیہ عقائد میں مبتلا ہیں بھلا وہ توحید کی اشاعت کیا کرسکیں گے، بعض جماعتوں میں شرک وبدعات کی تردید کو بھی تفریق بین المسلمین سمجھا جارہا ہے اور کھلم کھلا تقلید شخصی، ائمہ

پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی، توہم پرستی اور مذہب پرستی میں پوری طرح لت پت ہیں، اور انہیں اسکا ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ ادارہ الدار السّلفیہ اپنی ایمانی اور دینی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ملک میں عرصۂ دراز سے توحید وسنت کو عام کرنے کی حتی الامکان کوشش کررہا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ ملک اور بیرون ملک میں بھی اس کی دعوت عام ہوتی جارہی ہے۔

رسالہ "لمعۃ الاعتقاد" میں لائق مؤلف نے توحید کے مسائل کو بیان کرنے کا حق ادا کردیا ہے، اسی طرح اس رسالے کی تحقیق وتعلیق میں بھی لائق محقق نے اپنی علمی بصیرت کا ثبوت پیش کیا ہے، ہمارے عزیز اور دوست مولانا ابوالمکرّم بن عبدالجلیل حفظہ اللہ نے نہایت فصیح اور صحیح اور آسان اور عام فہم ترجمہ کرکے کتاب کی اہمیت بڑھادی ہے الدار السّلفیہ اس کتاب کی اشاعت پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے رب العالمین سے دعاگو ہے کہ اس علمی صدقۂ جاریہ کا نفع عام فرمائے اور بھٹکے انسانوں کو راہ راست پر لانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

والسلام

مختار احمد ندوی

مدیر الدار السلفیہ ممبئی

یکم ستمبر ۱۹۹۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ از محقق

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلامضل له، ومن يضلل فلاهادي له، وأشهد أن لاإله إلا الله وحده لاشريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أمابعد:

زیر نظر کتاب **"لمعۃ الاعتقاد"** امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی ثم دمشقی صالحی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ کی گرانقدر تصنیف ہے جو سلف صالحین۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔ کے مسلک کے مطابق صحیح اسلامی عقیدے کا اختصار ہے۔ یہ کتاب عوام کے سامنے ہم ایسے وقت میں پیش کررہے ہیں جب کہ مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح و تصحیح نیز عقائد کے سلسلہ میں کتاب وسنت کے چشمۂ صافی تک پہنچنے کے ہم سخت ضرورتمند ہیں۔

یہ کتاب قرون مفضلہ کے مسلمانوں کے عقائد کی سچی تصویر

پیش کرتی ہے جو انہوں نے اپنے ائمہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں سیکھا تھا۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ اسلاف کرام نے کس طرح اسلامی عقیدہ کی نشر واشاعت کی، لوگوں کو اس کی طرف بلایا، اس کا دفاع کیا اور وہ اس کے لیے معتزلہ کی جانب سے پیش آنے والی کن کن آزمائشوں سے گذرے، وہ معتزلہ جنہوں نے عقل کو معیار بنانے اور اسے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مقدم کرنے کی ناروا کوشش کی تھی۔ ساتھ ہی مؤلف نے اس واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ امام اذرمی (اذرمی ذال سے ہے جس پر نقطہ ہوتا ہے نہ کہ دال سے جیسا کہ غلطی سے بعض مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے) نے فتنہ خلق قرآن کے سرغنہ قاضی احمد بن ابی دواد معتزلی سے مناظرہ کرکے کس طرح اس کے دانت کھٹے کردیئے، حتیٰ کہ قاضی احمد معتزلی کے خلاف امام اذرمی کے مسکت دلائل سننے کے بعد خلیفہ واثق باللہ کو یہ کہنا پڑا کہ جس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ کافی نہ ہو اللہ اس کے لیے کبھی کافی نہ ہو۔ اس کی مراد سلف صالحین کا وہ

عقیدہ ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نیز تابعین عظام سے سیکھا تھا، اور وہی صحیح عقیدہ اور صراط مستقیم ہے جس کی ہر مسلمان کو پیروی کرنی چاہیئے، اور اسی کی روشنی میں زندگی گذارنی چاہیئے، اور یقیناً یہی سب سے درست اور سچا راستہ ہے۔ قاضی فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ ہدایت کی راہ پر چلتے رہو، اس راہ پر چلنے والوں کی قلت تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی، اور ضلالت کی راہ سے بچو، اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

قرآن مجید نیز سنت رسول ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلام کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ (الحجر:۹)

”یعنی بیشک ہم نے یہ ذکر۔ قرآن کریم۔ اتارا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں“۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر جماعت کے ثقہ لوگ اس علم کے وارث ہوتے رہیں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریف، اہل باطل کے انتساب اور جاہلوں کی تاویل سے اس علم کو پاک رکھیں گے“۔

کتاب کے مختلف طبعات:

یہ کتاب سعودی عرب اور دمشق وغیرہ میں بارہا طبع ہو چکی ہے، سعودی عرب میں مطبوعہ کوئی ایڈیشن میری نظر سے نہیں گذرا، دمشق میں مکتبہ دارالبیان نے ۱۳۹۱ھ میں میری تحقیق کے ساتھ اس کتاب کو شائع کیا تھا، بیروت میں المکتب الاسلامی سے بھی یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے لیکن یہ نسخہ غیر محقق ہے۔ کتاب کا کوئی مخطوطہ مجھے دستیاب نہ ہو سکا جس کی طرف میں رجوع کر سکوں، اس لیے میں نے نصوص کی حتیٰ المقدور تحقیق کی ہے، خصوصاً امام أذرمی کے سلسلہ میں، جو کہ سنت کے حامی اور بدعتیوں کے خلاف زبردست مناظر تھے، تحقیق کے دوران میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ "أذرمی" نقطہ والی ذال سے ہے نہ کہ دال سے، اور یہ نصَیبِینَ کے ایک گاؤں "أذرمہ" کی جانب منسوب ہے، اور اسی نسبت کی وجہ سے امام اذرمی کو اذرمی کہا جاتا ہے، آپ کا صحیح نام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد بن اسحاق أذرمی نصیبی جزری ہے۔ کتاب میں جس جگہ امام موصوف کا تذکرہ آیا ہے وہاں میں نے یہ وضاحت کر دی ہے اور ساتھ ہی ایک نوٹ لگا دیا ہے جس

سے امام مذکور کی شخصیت نمایاں اور واضح ہو جاتی ہے، جنہوں نے تیسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ واثق باللہ کے سامنے قاضی احمد بن ابی دؤاد معتزلی کو سنت صحیحہ اور عقیدہ سلف کی روشنی میں دندان شکن جواب دے کر خاموش کر دیا تھا۔

اس کتاب میں مذکورہ احادیث کی میں نے حاشیہ میں مختصر سی تخریج کر دی ہے اور بعض شخصیات کے حالات زندگی بھی ذکر کر دیئے ہیں، ساتھ ہی بعض کلمات کی وضاحت بھی کر دی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ کتاب کا یہ نسخہ سابقہ تمام نسخوں سے بہتر ہو گا، توفیق دینا اللہ کے اختیار میں ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اس کوشش کو اپنی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنائے اور ہمیں عقیدہ صحیحہ اور صراط مستقیم پر گامزن رکھے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

دمشق: خادم سنت

یکم محرم الحرام ۱۴۰۸ھ عبدالقادر ارناؤوط

مؤلف کے حالات زندگی

از قلم .... عبدالقادر اَرناؤوط

مؤلف کا نسب نامہ یہ ہے: امام وفقیہ' زاہد' شیخ الاسلام ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی مقدسی ثم دمشقی صالحی، رحمہ اللہ۔

آپ فلسطین کی مبارک سرزمین پر بیت المقدس کے قریب علاقہ نابلس کے شہر ''جماعیل'' میں شعبان ۵۴۱ھ میں پیدا ہوئے، یہ وہ زمانہ ہے جب بیت المقدس اور اس کے مضافات پر صلیبیوں کا قبضہ تھا، اس لئے آپ کے والد ماجد ابوالعباس احمد بن محمد بن قدامہ، جو اس مبارک خاندان بلکہ اس مبارک سلسلۂ نسب کے سربراہ تھے، اپنے پورے خاندان کے ساتھ تقریباً ۵۵۱ھ میں بیت المقدس سے دمشق ہجرت فرماگئے، سفر ہجرت میں آپ کے دونوں بیٹے ابوعمر اور موفق الدین نیز ان کے خالہ زاد بھائی عبدالغنی مقدسی بھی ساتھ تھے۔ مقدسی خاندان کے بیت

المقدس سے دمشق ہجرت کرنے کے اسباب پر حافظ ضیاء الدین مقدسی کی ایک مستقل کتاب ہے۔ بہر حال آپ کے والد پورے کنبہ کے ساتھ دمشق میں مسجد ابو صالح میں مشرقی دروازہ کے پاس اترے، پھر دو سال کے بعد مسجد سے منتقل ہو کر دمشق کے اندر ہی صالحیہ کے کوہ قاسیون کے دامن میں سکونت پذیر ہوگئے۔ اس دوران امام موفق الدین قرآن مجید حفظ کرتے اور اپنے والد ماجد ابو العباس سے (جو کہ صاحب علم و فضل اور متقی و پرہیز گار شخصیت تھے) ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر دمشق کے علماء و مشائخ سے تحصیل علم کیا اور فقہ میں "مختصر الخرقی" وغیرہ زبانی یاد کرلی، مرحلۂ تحصیل علم میں آپ قدم بقدم آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ عمر کی بیس منزلیں طے کرلیں، پھر آپ نے طلبؒ علم کے لیے بغداد کا سفر کیا، آپ کے خالہ زاد بھائی عبد الغنی مقدسی جو آپ کے ہم عمر بھی تھے اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے، امام موفق الدین شروع شروع میں تھوڑے عرصہ کے لیے بغداد میں شیخ عبد القادر جیلانی کے پاس ٹھہرے، شیخ کی عمر اس

وقت تقریباً نوے سال تھی، امام موفق الدین نے شیخ عبدالقادر جیلانی سے ''مختصر الخرقی'' خوب سمجھ کر اور بڑی دقت نظر کے ساتھ پڑھا، کیونکہ دمشق میں آپ مذکورہ کتاب زبانی یاد کرچکے تھے۔ اس کے بعد ہی شیخ کی وفات ہو گئی تو آپ نے ناصح الاسلام ابوالفتح شیخ ابن المنی کی شاگردی اختیار کرلی اور ان سے فقہ حنبلی اور اختلاف مسائل کا علم حاصل کیا، ان کے علاوہ ہبۃ اللہ بن الدقاق وغیرہ سے بھی آپ نے علمی استفادہ کیا۔ بغداد میں چار سال کا عرصہ گذارنے کے بعد آپ دمشق واپس تشریف لائے اور اہل وعیال کے ساتھ کچھ دن گذار کر ۵۶۷ھ میں پھر بغداد روانہ ہوگئے اور ایک سال تک شیخ ابوالفتح ابن المنی سے علم حاصل کرنے کے بعد دمشق واپس آگئے۔ ۵۷۴ھ میں فریضۂ حج ادا فرمایا، پھر مکہ مکرمہ سے دمشق واپس آکر فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''مختصر الخرقی'' کی شرح ''المغنی'' کی تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ کتاب ''المغنی'' فقہ اسلامی اور خصوصیت کے ساتھ فقہ حنبلی کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے، اسی لیے سلطان العلماء عز بن عبدالسلام نے

کہا تھا کہ جب تک میرے پاس ''المغنی'' نہیں تھی اس وقت تک فتویٰ دینے میں مجھے مزہ نہیں آتا تھا۔

طلبہ آپ کے پاس حدیث وفقہ اور دیگر علوم پڑھتے تھے، ایک کثیر تعداد نے آپ سے فقہ میں کمال ودسترس حاصل کیا ہے، جن میں آپ کے بھتیجے قاضی القضاۃ شمس الدین عبدالرحمٰن بن ابی عمر اوران کے طبقہ کے دیگر علماء بھی شامل ہیں۔

درس وتدریس کے ساتھ ہی آپ کا مختلف علوم وفنون میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا، خصوصاً علم فقہ میں جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، اس موضوع پر آپ کی متعدد تصنیفات اس کی شاہد عدل ہیں، علم فقہ میں آپ کی شخصیت بالکل نمایاں ہے اور میدان علم کے شہسوار آپ کے فضائل ومناقب اور علمی برتری کے گواہ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ملک شام میں اوزاعی کے بعد موفق الدین سے بڑا فقیہ نہیں آیا۔

امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موفق الدین جیسا

عالم میں نے نہیں دیکھا۔

سبط ابن الجوزی کہتے ہیں کہ جس نے موفق الدین کو دیکھا اس نے گویا بعض صحابہ کو دیکھ لیا، ایسا لگتا تھا کہ ان کے چہرے سے نور پھوٹ رہا ہے۔

بہر حال آپ مختلف علوم وفنون کے امام تھے، آپ کے زمانہ میں آپ کے بھائی ابو عمر کے بعد آپ سے زیادہ متقی و پرہیزگار اور بڑا عالم کوئی نہ تھا، عقائد اور زہد و تقویٰ میں آپ سلف صالحین کا نمونہ تھے، بڑے باحیا، دنیا ومافیہا سے بے رغبت، نرم گفتار، نرم دل، ملنسار، فقراء ومساکین سے محبت وہمدردی کرنے والے، بلند اخلاق، فیاض وسخی، عبادت گذار، فضل وکرم والے، پختہ ذہن، علمی تحقیق میں سخت احتیاط برتنے والے، خاموش طبیعت، کم سخن، کثیر العمل نیز بے شمار فضائل ومناقب کے مالک تھے، انسان آپ سے ہم کلام ہونے سے پہلے محض دیکھ کر ہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

حافظ ضیاء الدین مقدسی نے آپ کی سیرت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اسی طرح امام ذہبی کی بھی اس موضوع پر ایک کتاب ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ صرف علم و تقویٰ ہی کے امام نہ تھے، بلکہ آپ نے بطل اسلام صلاح الدین ایوبی کے ساتھ مل کر جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا ہے، آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ۵۸۳ھ میں جب صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کی سرکوبی نیز ان کی غلاظت سے فلسطین کی مبارک سرزمین کو پاک وصاف کرنے کے لیے مسلمانوں کو لیکر فوج کشی کی تو امام موفق الدین ابن قدامہ، ان کے بھائی ابو عمر، آپ دونوں کے تلامذہ اور خاندان کے کچھ دیگر افراد اس فتحیاب اسلامی پرچم کے تلے ہو کر عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر فریضۂ جہاد ادا کر رہے تھے، آپ حضرات کا ایک مستقل خیمہ تھا جسے لے کر وہ مجاہدین کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتے رہتے تھے۔

امام موصوف رحمہ اللہ نے علم فقہ نیز دیگر علوم میں بے شمار مفید کتابیں چھوڑی ہیں۔ چنانچہ علم فقہ میں "العمدۃ" مبتدی طلبہ کے لیے اور "المقنع" متوسط طبقہ کے طلبہ کے لیے، نیز "الکافی" اور "المغنی"، لکھی ہے، "الکافی" میں دلائل کے ساتھ مسائل کو

ذکر کیا ہے تاکہ طلبہ دلیل کی روشنی میں مسائل کا احاطہ اور پھر اس پر عمل کر سکیں، اور ''المغنی'' جو ''مختصر الخرقی'' کی شرح ہے اس میں علماء کے مذاہب و آراء اور ان کے دلائل ذکر کیے ہیں، تاکہ باصلاحیت علماء اجتہاد کے طریقوں سے واقف ہو سکیں۔ اصول فقہ میں آپ کی کتاب ''روضۃ الناظر'' ہے، ان کے علاوہ مختلف علوم وفنون میں ''مختصر فی غریب الحدیث''، ''البرہان فی مسالۃ القرآن''، ''القدر''، ''فضائل الصحابہ''، المتحابین فی اللہ''، ''الرقۃ والبکاء''، ''ذم الموسوسین''، ''ذم التاویل''، ''التبیین فی نسب القرشیین''، ''مناسک الحج'' اور زیر مطالعہ کتاب ''لمعۃ الاعتقاد الہادی الی سبیل الرشاد'' وغیرہ گرانقدر تالیفات ہیں۔

۶۲۰ھ میں بروز ہفتہ عید الفطر کے دن آپ کی وفات ہوئی اور دمشق کے اندر صالحیہ کے کوہ قاسیون کے دامن میں جامع الحنابلہ کے بالائی جانب آپ کی تدفین عمل میں آئی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

لمعة الاعتقاد

الهادي إلى سبيل الرشاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اول

توحید اسماء وصفات کا بیان

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی تعریف میں ہر مخلوق رطب اللسان ہے اور جو ہر زمانہ [1] کا معبود مسجود ہے، کوئی جگہ اس کے علم سے باہر نہیں اور نہ ہی کوئی کام اسے دوسرے کام سے مشغول کر سکتا ہے، اشباہ ونظائر سے برتر وبالا اور جورو اور اولاد سے منزہ ہے، اس کا حکم تمام بندوں پر نافذ ہے، عقلیں اس کی مثال نہیں بیان کرسکتیں اور نہ ہی دل اس کی شکل وصورت کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوری:۱۱)

''اس کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام اور عالی صفات ہیں۔

---

[1] صرف ہر زمانہ ہی میں نہیں، بلکہ ہر جگہ اور ہر زبان میں اس کی عبادت وبندگی ہوتی ہے۔

﴿ اَلرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ، لَهُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَاتَحْتَ الثَّرَىٰ، وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ﴾(طٰہٰ:۵-۷)۔

''وہ رحمٰن عرش پر مستوی [1] ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو زمین و آسمان کے درمیان ہے، اور جو مٹی کے نیچے ہے، اور اگر تم بات پکار کر کہو تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے بھی مخفی بات کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ہر شئی کو محیط ہے، ہر مخلوق اس کے حکم اور غلبہ کے ماتحت ہے، اور اس کی رحمت اور اس کا علم ہر شئی کو عام ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَابَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَايُحِيطُونَ بِهِ عِلْماً ﴾(طٰہٰ:۱۱۰)

''وہ لوگوں کا اگلا اور پچھلا سب حال جانتا ہے اور لوگوں کو اس کا پورا علم نہیں ہے''۔

اللہ تعالیٰ ان تمام صفات عالیہ سے متصف ہے جو اس نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر اپنے لیے ذکر کی ہیں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اسی انداز سے ہے جو اس کے شایان شان ہے۔

قرآن کریم میں یا رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث کے اندر اللہ تعالٰی کے لیے جو صفات عالیہ بیان کی گئی ہیں ان پر ایمان لانا اور اللہ تعالٰی کے شایان شان انہیں تسلیم کرلینا ضروری ہے، ان صفات کی تردید یہ تاویل کرنے یا مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینے یا ان کی تمثیل پیش کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جن صفات کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش آتی ہو [1] ان کے بارے میں ضروری ہے کہ لفظی طور پر ان صفات کو ثابت مانیں اور ان کے معانی سے بحث نہ کریں، بلکہ اس کی ذمہ داری اس کے راویوں پر ڈالتے ہوئے اس کا صحیح علم اللہ اور رسول کے حوالہ کردیں، کیونکہ یہی راسخین علم [2] کا طریقہ ہے جن کی اللہ نے قرآن مجید میں یوں تعریف فرمائی ہے:

﴿وَالرَّاسِخُونَ فِى الْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا﴾

(آل عمران:۷)

---

[1] مثلاً مجمل ہونے کے سبب کسی صفت کا معنی واضح نہ ہو، یا خود پڑھنے والے کی سمجھ کا قصور ہو۔

[2] راسخین علم سے مراد وہ حضرات ہیں جو قرآن مجید کی محکم اور متشابہ ہر قسم کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔۔

”راسخین علم (جو علم میں پختہ کار ہیں وہ) کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔

اس کے برخلاف جو لوگ قرآن مجید کی متشابہ آیات کی تاویل کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں [1] ان کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ، وَمَايَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۷)

”جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے متشابہات کی تاویل کے پیچھے پڑنے کو دلوں کی کجی اور ٹیڑھ کی علامت بتایا ہے اور مذمت میں اسے فتنہ تلاش کرنے کے مساوی قرار دیا ہے، مزید برآں تاویل کرنے والوں کی جو خواہش اور تاویل سے ان کا جو مقصد ہوتا ہے

[1] اور یہی گمراہ لوگ ہیں جو فتنے کی تلاش میں نیز لوگوں کو دین سے اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے باز رکھنے کے لیے متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

اس کی یہ کہہ کر اللہ نے تردید کردی ہے کہ "متشابہات کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

رسول اللہ ﷺ سے ثابت احادیث مثلاً "إن الله ينزل إلى سماء الدنيا" (اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے) یا "إن الله يرى في القيامة" (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا) اور اس قسم کی دیگر احادیث کے متعلق امام احمد بن محمد بن حنبل [۱] اللہ ان سے راضی ہو۔ فرماتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن ان احادیث میں ثابت اللہ کی صفات کی کیفیت اور معنی متعین نہیں کرتے۔[۲] اور نہ ہی کسی صفت کا انکار کرتے ہیں، ساتھ ہی اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو بیان فرمایا ہے وہ برحق ہے، نیز ہم آپ کی کسی حدیث کی تردید کی جسارت بھی نہیں کرتے ہیں۔

---

[۱] آپ کے بچپن ہی میں آپ کے والد ماجد "محمد" کا انتقال ہو گیا اور دادا "حنبل" نے آپ کی پرورش فرمائی، اسی وجہ سے دادا کی طرف منسوب ہو کر آپ احمد بن حنبل کے نام سے مشہور ہوئے۔ امام احمد بن حنبل بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد ہی میں ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

[۲] یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کا ظاہری معنی کے علاوہ اہل تاویل کی طرح کوئی اور معنی مراد نہیں لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جو صفات بیان فرمائی ہیں ان کے علاوہ کسی اور صفت سے ہم اسے متصف نہیں کرتے، اور نہ ہی اس کے لیے حد اور انتہا متعین کرتے ہیں:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوری:۱۱)

"اس کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اللہ نے جو بیان فرمادیا ہم اسی کے قائل ہیں اور جن صفات سے خود کو متصف کرلی ہم انہی صفات سے اسے متصف مانتے ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے، اللہ کا وصف بیان کرنے والے حقیقت تک پہنچنے سے عاجز ہیں، قرآن کریم کے محکم ومتشابہ ہر ہر حصہ پر ہمارا ایمان ہے، اللہ کی کسی بھی صفت کی اس وجہ سے نفی نہیں کرسکتے کہ بعض کم فہم لوگوں نے اسے قبیح گردانا ہے، قرآن وحدیث سے آگے بڑھنا ہمارا شیوہ نہیں۔ [1] ان صفات کی

---

[1] اللہ تعالیٰ نے جو صفت اپنے لیے ثابت کی ہے ہم اسے ثابت مانتے ہیں، اور جس کی نفی کی ہے ہم بھی اس سے اللہ کو پاک ومنزہ جانتے ہیں، بایں طور کہ ان صفات کا معنی وہی ہے جو اللہ نے مراد لیا ہے، ہم اللہ کی کسی بھی صفت کی تاویل نہیں کرتے، بلکہ اس کا علم اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔

حقیقت ہم صرف اتنا جانتے ہیں جتنا قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی [۱] اللہ ان سے راضی ہو۔ فرماتے ہیں کہ اللہ پر اور اللہ کی طرف سے جو کچھ وارد ہے اس پر میرا ایمان ہے، بایں طور کہ ان کا معنی و مطلب وہی ہے جو اللہ نے مراد لیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ پر اور جو کچھ آپ سے ثابت ہے اس پر میرا ایمان ہے، بایں طور کہ ان کا معنی و مطلب وہی ہے جو آپ نے مراد لیا ہے۔ [۲]

سلف صالحین اور ائمہ امت، رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک تھا۔ [۳] وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے

---

[۱] آپ کا نسب نامہ یہ ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف قرشی۔ آپ فلسطین کے مقام غزہ میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں نشو و نما پائی، مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا، دو مرتبہ بغداد کا سفر کیا اور ۱۹۹ھ میں مصر کے لیے روانہ ہوئے اور تا وفات (۲۰۴ھ) وہیں مقیم رہے۔

[۲] یعنی ان میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی یا معنی میں کوئی تحریف و تبدیلی نہیں کرتے۔

[۳] یعنی کتاب و سنت میں مذکور اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت ماننا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد کے برخلاف ان صفات کی تاویل کرنے سے پرہیز کرنا۔

لیے جو صفات بیان کی گئی ہیں ادنیٰ تاویل کے بغیر ان پر ایمان رکھا جائے، ظاہری معنی پر انہیں محمول کیا جائے اور اللہ کے لیے انہیں ثابت مانا جائے، ہمیں بھی انہیں اسلاف کے نقش قدم کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دین کے نام پر ایجاد کی گئی بدعات سے روکا گیا ہے اور بدعات کو گمراہی بتایا گیا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میری سنت [۱] اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ اپناؤ اور اسے مضبوطی سے تھامے رہو، اور دین کے اندر ایجاد کیئے گئے نئے نئے کاموں سے بچو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [۲]

---

[۱] سنت کے معنی طریقہ کے ہیں، یہاں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے، خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل سے۔

[۲] دیکھئے: مسند امام احمد ۴/۱۲۶، ۱۲۷ و سنن ابی داؤد 'کتاب السنہ' باب فی لزوم السنہ (۴۶۰۷) و جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع (۲۶۷۸) سنن ابن ماجہ، مقدمہ (۴۲، ۴۳) و مستدرک حاکم ۱/۹۷، و سنن دارمی، مقدمہ، باب اتباع السنہ (۱/۴۴، ۴۵) بروایت عرباض بن ساریہ ابو نجیح رضی اللہ عنہ۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور متعدد علمائے حدیث نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، البتہ ان تمام روایتوں میں ''المهديين من بعدی'' والے جملہ میں ''من بعدی'' کے الفاظ نہیں ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [1] فرماتے ہیں کہ سنت کی پیروی کرو اور بدعتیں نہ ایجاد کرو، کیونکہ دین تمہارے لیے کافی ومکمل کر دیا گیا ہے۔ [2]

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ [3] کہتے ہیں کہ جہاں قوم [4] ٹھہری ہے وہیں تم بھی ٹھہر جاؤ کیونکہ وہ علم وبصیرت کے ساتھ ٹھہرے ہیں، وہ گہرائی میں جانے پر زیادہ قادر تھے، اور اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو اس کے زیادہ حقدار تھے، اب اگر تم یہ کہتے ہو

---

[1] آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے، آپ مکی تھے اور سابقین اسلام میں سے تھے، آپ ہی نے مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کی تھی، ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

[2] یعنی اسلاف کرام نے دین کا کام پورا کر دیا ہے، لہٰذا اب دین کے اندر کسی پہلو کی تکمیل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

[3] آپ کی کنیت ابو حفص اور پورا نام عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم اموی قرشی ہے، خلیفۂ راشد پنجم کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت اور نشو ونما مدینہ منورہ میں ہوئی اور ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا، مدت خلافت کل ڈھائی سال ہے مگر خیر وبرکت اور عدل وانصاف سے بھرپور ہے۔ ۱۰۱ھ میں ملک شام کے مقام "دیر سمعان" میں وفات پائی۔

[4] قوم سے مراد نبی ﷺ نیز آپ کے اصحاب ہیں، کیونکہ عقیدہ وعمل کے سلسلہ میں ان کا موقف علم وبصیرت پر مبنی تھا۔

کہ ان کے بعد فلاں چیز ایجاد کی گئی ہے تو سمجھ لو کہ اسے ان لوگوں نے ایجاد کیا ہوگا جو اسلاف کے طریقہ کے مخالف اور ان کی سنت سے گریز کرنے والے ہوں گے۔ سلف نے اتنا بیان کر دیا ہے جتنا کافی وشافی ہے، اب ان سے آگے بڑھنا حد سے تجاوز کرنا ہے اور پیچھے رہنا کوتاہی ہے، جیسا کہ ایک گروہ نے کوتاہی کی تو جفا کر بیٹھے اور دوسرے نے حد سے تجاوز کیا تو غلو کا شکار ہوگئے، حالانکہ افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ صراط مستقیم پر گامزن رہنا سلف کا طریقہ تھا۔

امام اوزاعی۔ [۱] اللہ ان سے راضی ہو۔ فرماتے ہیں کہ آثار سلف کی پیروی کرو اگرچہ لوگ تمہیں چھوڑ دیں، اور لوگوں کی ذاتی آراء سے بچو اگرچہ لوگ اسے مزین کر کے کیوں نہ پیش کریں۔

---

[۱] آپ کی کنیت ابو عمر اور نام عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد اوزاعی ہے، قبیلہ اوزاع سے تعلق رکھتے تھے اور فقہ وزہد میں پورے علاقہ شام کے امام تھے، بعلبک میں پیدا ہوئے بقاع میں پرورش پائی اور بیروت کو اپنا مسکن بنایا اور ۱۵۷ھ میں بیروت ہی میں وفات پائی۔

امام محمد بن عبدالرحمٰن اذرمی [1] نے ایک شخص سے، جس نے ایک بدعت ایجاد کی تھی۔ [2] اور لوگوں کو اسے قبول کرنے کی دعوت دی تھی، فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ، یا ابو بکر، عمر، عثمان اور علی۔ رضی اللہ عنہم اس بات کو جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، امام اُذرمی نے فرمایا: جو بات، وہ لوگ نہیں جان سکے تم جان گئے؟ اس بدعتی نے فوراً بات بدل دی اور کہا کہ نہیں، بلکہ وہ لوگ یہ بات جانتے تھے، امام اُذرمی نے فرمایا:

[1] کتااب کے مطبوع نسخوں میں اُدرمی ہی ہے، لیکن اس نام سے ان کی سوانح حیات موجود نہیں، غالبًا یہ اُذرمی ہے جو جزیرہ میں نصیبین کی ایک بستی ''اذرمہ'' کی طرف نسبت ہے، جہاں سے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد بن اسحاق اذرمی نصیبی جزری کا تعلق ہے، آپ نے وکیع الجراح، سفیان بن عیینہ اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم سے روایت حدیث کی ہے، جب کہ امام ابوداوٗد، نسائی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، ابن ابی الدنیا اور ابویعلی موصلی وغیرہم آپ کے شاگرد ہیں۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ خلیفہ واثق باللہ نے فتنۂ خلق قرآن کے سلسلے میں اذرمہ سے ایک شیخ کو بلایا جنہوں نے خلیفہ واثق کی موجودگی میں ابن ابی داوٗد معتزلی سے مناظرہ کیا، کہا جاتا ہے کہ شیخ کا نام اُذرمی تھا۔ مسعودی وغیرہ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ ''معجم البلدان'' میں اُذرمہ کی بحث ملاحظہ کیجئے، یاقوت نے انہی اذرمی کے بارے میں لکھا ہے کہ یہی ہیں جنہوں نے فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں احمد بن ابی داوٗد معتزلی سے مناظرہ کر کے اسے خاموش ولاجواب کر دیا تھا۔

[2] یہ شخص وہی احمد بن داوٗد ہے جو معتزلہ کا مشہور قاضی اور فتنۂ خلق کا سرغنہ تھا، خلیفہ متوکل کے زمانہ میں اس پر فالج کا حملہ ہوا اور ۲۴۰ھ میں بغداد کے اندر اسی حالت میں مر گیا۔

تمہارے بقول جاننے کے باوجود کیاان کے لیے یہ ممکن ہوا کہ اس بات کو بیان نہ کریں اور لوگوں کو اس کی طرف نہ بلائیں؟اس نے جواب دیا: کیوں نہیں ان کے لیے ممکن ہوا، امام صاحب نے فرمایا: جو بات رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کے لیے ممکن تھی وہ تمہارے لیے ممکن نہیں؟ بدعتی سے پھر کوئی جواب نہ بن سکا اور خاموش ہو گیا۔ خلیفہ [1] اس مناظرہ میں موجود تھا وہ فوراً بول پڑا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ جس کے لیے کافی نہ ہو اللہ اس کے لیے کبھی وسعت وکشادگی پیدا نہ کرے، اور ایسے ہی وہ شخص جسے نبی کریم ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور راسخین علم کا طریقہ یعنی آیات صفات کی تلاوت کرنا، احادیث صفات کا پڑھنا اور انہیں ان کے ظاہری معنی پر محمول کرنا کافی نہ ہو اللہ اسے وسعت وفراخی سے محروم رکھے۔

---

[1] یہ خلیفہ واثق باللہ تھا جس کا نام ہارون بن محمد ہے، فتنۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں اس نے کتنے لوگوں کو آزمائش میں ڈالا اور کتنے لوگوں کو قید کر کے ان کے عقیدے خراب کیے، ۲۳۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

جن آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ﴾ (الرحمٰن:۲۷)

"اور تیرے رب کا چہرہ [1] باقی رہے گا۔

اور فرمایا:

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ (المائدۃ:۶۴)

"بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں"۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا:

﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ﴾ (المائدۃ:۱۱۶)

"جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے، مگر جو تیرے دل میں ہے میں نہیں جانتا۔

---

[1] سلف صالحین کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے "وجہ" (چہرہ) ثابت ہے، لہٰذا اللہ کے شایان شان اس کے لیے "وجہ" کو ثابت ماننا ضروری ہے، بایں طور کہ اس کے معنی کو ظاہری مفہوم سے ہٹایا نہ جائے، نہ اسے بے معنی کیا جائے، نہ اس کی کیفیت بیان کی جائے اور نہ مخلوق سے تشبیہ دی جائے۔

نیز فرمایا: ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ (الفجر:۲۲)

''اور آئے گا تیرا رب اور فرشتے قطار در قطار''۔

اور فرمایا: ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ﴾ (البقرة:۲۱۰)

''کیا وہ اسی کا انتظار کرتے ہیں کہ آئے ان پر اللہ (ابر کے سائبانوں میں)

اور فرمایا: ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (المائدة:۱۱۹)

''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اور فرمایا: ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدة:۵۴)

''اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں''۔

نیز کافروں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ (الفتح:۶)

''اور اللہ ان پر غصہ ہوا۔

اور فرمایا:

﴿اتَّبَعُوا مَآ أَسْخَطَ اللَّهَ﴾ (محمد:۲۸)

''وہ اس طریقہ پر چلے جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے''۔

نیز فرمایا: ﴿كَرِهَ اللّٰهُ انبِعَاثَهُمْ﴾ (التوبہ:۴۶)

"اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا۔

اور جن احادیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ہے ان میں سے چند یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى سماء الدنيا" [1]

ہمارا رب جو بلند وبابرکت ہے، ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔ نیز فرمایا:

"يعجب ربك من الشاب ليست له صبوة" [2]

"تمہارا رب اس نوجوان سے خوش ہوتا ہے جس کے اندر

---

[1] دیکھئے: مسند امام احمد ۲/ ۲۶۴، ۲۶۷، ۲۸۲، ۴۱۹، ۴۸۷، ۵۰۴۔ و صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل (۳/ ۲۵، ۲۶) و صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل (۷۵۸) و موطا مالک، کتاب القرآن، باب ماجاء فی الدعاء (۱/ ۲۱۴) و سنن ابی داؤد، کتاب السنہ، باب الرد علی الجہمیہ (۴۷۳۳) و جامع ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی نزول الرب عزوجل الی السماء الدنیا کل لیلہ (۴۴۶) و سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی ای ساعات اللیل افضل (۱۳۶۶) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

[2] مسند احمد ۴/ ۱۵۱، و معجم طبرانی کبیر ۱۷/ ۳۰۹ بروایت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، البتہ اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں، حافظ سخاوی اپنی کتاب "المقاصد الحسنہ" میں »

میلان نفس نہ ہو۔

اور فرمایا:

"یضحك الله إلی رجلین قتل أحدهما الآخر ثم یدخلان الجنة"[1]

"اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا پھر دونوں کے دونوں جنت میں داخل ہو گئے"

اور اسی طرح کی دیگر احادیث جو صحیح سند اور ثقہ راویوں سے

﴾ فرماتے ہیں کہ تمام نے "فوائد" میں اور قضاعی نے اپنی مسند میں ابن لہیعہ سے بروایت ابو عشانہ، عقبہ بن عامر کی یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ "ان الله لیعجب من الشاب الذی لیست له صبوة" امام سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسی طرح مسند احمد نیز مسند ابو یعلی (۲۸۹/۳) میں موجود ہے اور اس کی سند بھی حسن ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں ابن لہیعہ کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، سخاوی کہتے ہیں کہ ابو حاتم حضرمی کے "جزء" میں بروایت اعمش، ابراہیم نخعی کا یہ قول مروی ہے "کان یعجبهم ان لایکون للشباب صبوة" اسلاف اس بات سے خوش ہوتے تھے کہ نوجوان کے اندر میلان نفس نہ ہو۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم فیسدد بعد و یقتل (۲۹/۶، ۳۰) و صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الرجلین یقتل احدھما الاخر یدخلان الجنۃ (۱۸۹۰) و موطا مالک کتاب الجہاد، باب الشہداء فی سبیل اللہ (۴۶۰/۲) و سنن نسائی کتاب الجہاد، باب اجتماع القاتل والمقتول فی سبیل اللہ (۳۸/۶) بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

مروی ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے، ہم ان کی تردید یا انکار یا خلاف ظاہر تاویل نہیں کرتے، اور نہ ہی اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیتے ہیں، اور یقین کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ کوئی بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شبیہ ونظیر نہیں۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ:۱۱)

"اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے"۔

ہر وہ شکل جو دل میں کھٹکے یا ذہن اس کا تصور کرے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے۔

آیات صفات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ:۵)

"رحمٰن عرش پر مستوی ہوا"۔[۱]

اور یہ ارشاد بھی: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ﴾ (ملک:۱۶)

"کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جو آسمان میں ہے"۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے اور اللہ نے قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات پر اپنے مستوی عرش ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی:

”ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمانوں میں ہے، اے اللہ تیرا نام بزرگ ہے“۔ [۱]

اور یہ حدیث بھی جس میں آپ نے لونڈی سے فرمایا تھا:

”اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں، آپ نے فرمایا: اسے آزاد کردو، یہ مومنہ ہے“ اسے مالک اور مسلم نیز دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ [۲]

نیز رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث جس میں آپ نے حصین سے فرمایا تھا:

---

[۱] مذکورہ حدیث ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ ”من اشتکی منکم شیا اواشتکاه اخ له فلیقل: ربنا الله الذی فی السماء....“ اس حدیث کو امام احمد نے مسند (۲۱/۶) میں روایت کیا ہے، البتہ اس کی سند میں جہالت اور ضعف ہے، ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو اپنی سنن میں کتاب الطب کے اندر (حدیث ۳۸۹۲ کے تحت) ذکر کیا ہے، اور حاکم نے مستدرک (۳۴۴/۱) میں۔ لیکن اس سند میں زیادہ ابن محمد انصاری ہیں جو متروک ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر ”تقریب“ میں ذکر کیا ہے، حافظ ذہبی نے اپنی کتاب ”تلخیص“ (۳۴۴/۱) میں کہا ہے کہ امام بخاری وغیرہ نے زیادہ کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

[۲] دیکھئے: موطا امام مالک ۷۷۶/۲، ۷۷۷۔ و صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ماکان من اباحتہ (۵۳۷)

"تم کتنے معبود کی پرستش کرتے ہو؟ جواب دیا: سات معبودوں کی، چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں، آپ نے فرمایا: خوف ورجا کے وقت کس معبود کو پکارتے ہو؟ جواب دیا: جو آسمان میں ہے، آپ نے فرمایا: پھر زمین والے چھ معبودوں کو چھوڑ دو اور صرف آسمان والے کی عبادت کرو، اور میں تمہیں دو دعائیں بتاتا ہوں انہیں پڑھا کرو"۔

چنانچہ حصینؓ اسلام لے آئے اور آپ نے انہیں یہ دعا سکھائی "اللھم الھمنی رشدی وقنی شر نفسی"[1] اے اللہ مجھے بھلائی کی راہ دکھا اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ رکھ۔

سابقہ آسمانی کتابوں میں نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کی جو نشانیاں مذکور ہیں ان میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ

---

[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں ابواب الدعوات، باب ۷۰ (۳۴۷۹) کے تحت روایت کیا ہے، البتہ اس کی سند میں شبیب بن شیبہ تمیمی منقری ہیں جو صدوق ہیں، لیکن حدیث میں انہیں وہم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں ذکر کیا ہے، نیز اس سند میں حسن بصری ہیں جنہوں نے معنعن روایت کیا ہے۔ اس کے باوجود امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے اور اس سند کے علاوہ دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث عمران بن حصین سے مروی ہے۔

سجدے زمین پر کریں گے، مگر ان کا اعتقاد یہ ہوگا کہ ان کا معبود آسمان میں ہے۔

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب "سنن" میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ اتنا اتنا ہے۔۔۔۔ پھر آخر میں فرمایا: اس کے اوپر عرش ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔[1]

یہ اور اس قسم کی دیگر صفات کی نقل وروایت نیز ان کی قبولیت اسلاف کرام کا اجماع ہے، انہوں نے ان صفات کی تردید یا تاویل یا تشبیہ وتمثیل کی کوشش نہیں کی۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ [2] سے سوال کیا گیا کہ اے

---

[1] دیکھئے: مسند احمد ۲۰۶/۱، ۲۰۷، وسنن ابی داؤد "کتاب السنہ" باب فی الجہمیہ (۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵) وجامع ترمذی، ابواب التفسیر، باب من سورۃ الحاقہ (۳۳۱۷) وسنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب فیما انکرت الجہمیہ (۱۹۳)، البتہ سند میں عبداللہ بن عمیرہ ہیں جو مجہول ہیں، اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، ولید بن ابوثور نے اسی طرح سماک سے مرفوعاً روایت کیا ہے، نیز شریک نے اس حدث کا بعض حصہ سماک سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

[2] آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام مالک بن انس بن مالک اصبحی حمیری ہے اور امام دارالہجرت کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۹۳ھ میں مدینہ طیبہ میں ولادت ہوئی اور ۱۷۹ھ میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔

ابو عبداللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ:۵)

"رحمٰن عرش پر مستوی ہوا"

تو کس طرح مستوی ہوا؟ امام مالک نے فرمایا: استواء معلوم ہے [۱] اور کیفیت غیر معقول ہے۔ [۲] اور اس پر ایمان لانا واجب ہے [۳] اور کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ پھر امام مالک نے حکم دیا اور سوال کرنے والے شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا۔ [۴]

---

[۱] یعنی "استواء" کا معنی معلوم ہے اور وہ ہے بلند ہونا۔

[۲] یعنی اللہ کے مستوی ہونے کی کیفیت کا ادراک عقل سے باہر ہے۔

[۳] اس پر ایمان لانا اس لیے واجب ہے کہ وہ کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

[۴] تاکہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگ اعتقاد کے معاملہ میں کسی فتنے کا شکار نہ ہوں۔

فصل دوم

اللہ تعالیٰ کے کلام فرمانے کا بیان

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کلام فرماتا ہے اور اس کا کلام ازلی ہے۔[۱] اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا کلام سناتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے براہ راست اللہ کا کلام سنا، ان کے علاوہ جبریل علیہ السلام اور دیگر انبیاء و ملائکہ جنہیں اللہ نے اجازت دی انہوں نے بھی اس کا کلام سنا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے کلام فرمائے گا اور وہ اس سے کلام کریں گے، نیز اللہ کی اجازت کے بعد وہ اس کے دیدار سے بھی مشرف ہوں گے۔[۲] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَىٰ تَكْلِيماً﴾ (النساء:۱۶۴)

"اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا جس طرح کلام کیا جاتا ہے۔

---

[۱] یعنی کلام فرمانا اللہ کی ایک صفت ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وکلم الله موسی تکلیما" اور موسیٰ سے کلام کیا جس طرح کلام کیا جاتا ہے۔

[۲] یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام ترمذی نے اپنے جامع میں (حدیث نمبر ۲۵۵۲) «

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قَالَ يٰمُوسَىٰٓ إِنِّي ٱصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى ٱلنَّاسِ بِرِسٰلٰتِي وَبِكَلٰمِي﴾ (الاعراف:۱۴۴)

"اے موسیٰ میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کر لیا ہے اپنا پیغام بھیجنے کے لیے اور ہم کلام ہونے کے لیے۔

اور فرمایا: ﴿مِّنۡهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُ﴾ (البقرۃ:۲۵۳)

"ان میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا"۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ إِلَّا وَحۡيًا أَوۡ مِن وَرَآءِ ي حِجَابٍ﴾ (الشوریٰ:۵۱)

"کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی (اشارے) کے طور پر یا پردے کے پیچھے سے"۔

》 اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (حدث نمبر ۴۳۳۶) کے تحت روایت کیا ہے۔ البتہ اس کی سند میں عبد الحمید بن حبیب بن ابو العشرین ہیں جو اوزاعی کے کاتب تھے، یہ صدوق ہیں اور کبھی کبھی غلطی کر جاتے ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ کاتب دیوان تھے اور صاحب حدیث نہ تھے۔ اسی وجہ سے امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب یعنی ضعیف بتایا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا کچھ حصہ سوید بن عمرو نے اوزاعی سے روایت کیا ہے۔

اور فرمایا:

﴿فَلَمَّآ أَتٰهَا نُودِیَ یٰمُوسَیٰٓ، إِنِّیٓ أَنَا۠ رَبُّكَ﴾(طہٰ:۱۱،۱۲)

”پھر جب آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی تیرا رب ہوں“۔

نیز فرمایا:

﴿إِنَّنِیٓ أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَاعْبُدْنِی﴾(طہٰ:۱۴)

”بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس لیے میری ہی بندگی کر“۔

اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ یہ باتیں اللہ کے سوا کوئی اور کہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے (فرشتے) اس کی آواز سنتے ہیں، یہ حدیث نبی ﷺ سے مروی ہے۔[۱]

---

[۱] اس حدیث کو امام بخاری نے تعلیقاً اور ابن مسعود پر موقوف ذکر کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں، ”سمع اهل السمٰوات شیئا“ کہ آسمان والے کچھ سنتے ہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری کتاب »

عبداللہ بن انیس [1] سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو اس حالت میں جمع کرے گا کہ وہ برہنہ، ننگے پیر، غیر مختون اور خالی ہاتھ ہوں گے، پھر سب کو ایک آواز سے پکارے گا جس کو قریب اور دور والے سب یکساں طور پر سنیں گے، فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی بدلہ دینے والا ہوں"۔ اس حدیث کو ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے (باب کے تحت) بطور استشہاد ذکر کیا ہے۔ [2]

» التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: "ولاتنفع الشفاعة عنده الالمن اذن له" (۱۳/۳۸۱)، البتہ ابوداوَد نے اپنی سنن میں باب فی القرآن (۴۷۳۸) کے تحت "سمع اهل السماء صلصلة...." کے الفاظ کے ساتھ موصولاً و مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی حسن ہے۔

[1] آپ کا پورا نام عبداللہ بن انیس جہنی اور کنیت ابو یحیٰ مدنی ہے، انصار میں بنو سلمہ کے حلیف تھے، ملک شام میں مشہور قول کے مطابق ۸۰ھ اور ایک ضعیف قول کے مطابق ۵۴ھ میں وفات پائی، رضی اللہ عنہ

[2] امام بخاری نے اس حدیث کو مختصراً اور تعلیقاً ذکر کیا ہے دیکھئے: صحیح بخاری ۱۳/ ۳۸۳، ۳۸۴۔ لیکن اسی حدیث کو امام احمد نے مسند ۳/ ۴۹۵ میں، ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور خود بخاری نے "الادب المفرد" میں عبداللہ بن محمد بن عقیل کے واسطہ سے جابر رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی دوسری سند بھی ہے جسے طبرانی نے "مسند شامین" میں اور تمام نے "فوائد" میں ذکر کیا ہے، اور وہ حجاج بن دینار عن محمد بن منکدر عن جابر کی سند ہے۔ ایک تیسری سند بھی ہے جسے خطیب بغدادی نے "الرحلہ" میں ذکر کیا ہے، اور وہ ابوالجارود العنسی عن جابر کی سند ہے۔ بہر حال یہ حدیث حسن ہے، مزید دیکھئے: فتح الباری (۱/ ۱۵۸، ۱۵۹) باب الخروج فی طلب العلم و (۱۳/ ۳۸۳)

بعض آثار میں منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جس رات آگ کو دیکھا تو آگ سے ڈر گئے، اللہ نے انہیں پکارا: اے موسیٰ! آواز سن کر موسیٰ علیہ السلام کو قدرے تسلی ہوئی اور جلدی سے کہا: حاضر، حاضر، تیری آواز سن رہا ہوں مگر تجھے دیکھ نہیں رہا ہوں، تم کہاں ہو؟ فرمایا: میں تیرے اوپر ہوں اور سامنے ہوں اور دائیں ہوں اور بائیں ہوں۔ موسیٰ سمجھ گئے کہ یہ صفات تو اللہ ہی کی ہو سکتی ہیں، فوراً بول پڑے کہ میرے معبود! تو یقیناً ایسا ہی ہے، لیکن کیا میں تیرا کلام سن رہا ہوں تیرے فرستادہ (فرشتے) کا؟ فرمایا: اے موسیٰ! تم میرا کلام سن رہے ہو۔[1]

---

[1] موسیٰ علیہ السلام سے متعلق آگ والی رات کا یہ قصہ مجھے کہیں نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم ویسے اس روایت میں اللہ کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں صحیح نصوص سے ان کا ثبوت نہیں۔